اداریہ

خدمت خلق کو اپنا شعار بنائیں

اللہ کی مخلوق کی خدمت ہم مسلمانوں کے لئے محض انسانی جذبے کا یا دل داری کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے اوپر اسی طرح واجب ہے جس طرح عبادات ہمارے لئے ضروری ہیں۔ کیوں کہ اللہ نے ہم پر خود اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق کو واجب کیا ہے۔ اللہ کے حقوق کو حقوق اللہ کہا جاتا ہے، بندوں کے حقوق کو حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ اس لئے اسلام میں خدمت خلق دراصل حقوق العباد ہیں۔ اللہ کے حضور حقوق العباد کی بھی جواب دہی ہونی ہے۔ بلکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق میں کوتاہی کو تو نظر انداز کر سکتے ہیں مگر حقوق العباد میں کوتاہی کو اسی وقت معاف کریں گے جب مستحق بندوں کی طرف سے اپنے واجبات معاف کردیے جائیں گے۔

خدمت خلق یا حقوق العباد کی ادائیگی پر اللہ نے دنیا کی عزت اور وقعت کا بھی دارومدار رکھا ہے۔ جو لوگ دوسروں کے، خاص طور سے ضرورت مندوں کے، کام آتے ہیں وہ لوگوں کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں۔ ہر طرح کے لوگ ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں۔ جو قومیں اجتماعی طور سے خدمت خلق کو اپنا شعار بناتی ہیں انہیں دنیا میں قومی عزت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی ایسے لوگ دنیا میں قیمتی اور قابل قدر ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ پر جب پہلی بار وحی اتری اور اس کے بعد آپ گھبرائے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے تو آپ کی رفیقہ حیات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر آپ کو تسلی دی تھی کہ ''آپ مسکینوں، ضرورت مندوں اور مسافروں کے کام آتے ہیں، اللہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا''۔ یعنی دوسرے انسانوں کے کام آنا دنیا میں حفاظت الٰہی کی گارنٹی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی حکمرانی کے زمانے میں خدمت خلق مسلمانوں کا ایک عام شعار تھا۔ مسلمان کنویں کھدواتے تھے، سرائے اور مسافر خانے قائم کرتے تھے، شفا خانے کھلواتے تھے اور طرح طرح کے کاموں کے لئے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کرتے تھے۔ دنیا بھر میں پھیلے مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے آثار قدیمہ میں خدمت خلق کے نشان موجود ہیں۔ لیکن گزشتہ چند صدیوں سے مسلمانوں کے زوال کا جو عرصہ چل رہا ہے اس میں مسلمانوں کا یہ کردار بھی متاثر ہوا ہے۔ آج کے مال دار مسلمان اپنی سماجی ذمہ داریوں کے تعلق سے کافی حد تک بے نیاز ہیں اور انفرادی خود غرضی کے زیر اثر ہیں۔ اس وجہ سے سماجی خدمت کے میدان میں مسلمانوں کی اجتماعی کوششیں دوسروں کے مقابلے بہت کم نظر آتی ہیں، بلکہ خود ضرورت مند مسلمان بھی دوسری قوموں کی سماجی خدمات سے زیادہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اسی لئے اپنے ملک میں مسلمانوں کی شبیہ دینے والوں سے زیادہ لینے والوں کی بن گئی ہے۔ جب کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ مال دار مسلمان جاگیں۔ اپنی اجتماعی اور سماجی ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔ جہاں رہتے ہیں، یا کاروبار کرتے ہیں اس کے آس پاس عام لوگوں کے استفادے کے لئے ضروری چیزوں کو مفت فراہم کرنے کا اجتماعی بندوبست کریں۔ راہ گیروں کے لئے پینے کا پانی فراہم کرنا، بھوکے افراد کے لئے پکا ہوا کھانا فراہم کرنا، رفع حاجت کے لئے ماڈرن کلین سسٹم کا بندوبست کرنا، چھوٹے چھوٹے مفت میڈیکل سینٹر قائم کرنا جیسے کام مال دار مسلمانوں کے لئے بہت آسان ہیں اگر وہ اس کی فکر کریں اور اجتماعی طور سے ان کاموں کو فروغ دینے کا فیصلہ کریں۔ ایک ہی مارکیٹ کے کاروباری مل جل کر ایسا کوئی ایک یونٹ آسانی سے قائم کر سکتے ہیں۔ ضرورت صرف توجہ کی ہے، اللہ کے دیے وسائل کو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کا جذبہ جگانے کی ہے، اور دنیا میں اجتماعی عزت حاصل کرنے کی امنگ کی ہے۔

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر
خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر

شعرحکمت (ڈاکٹر علامہ اقبالؒ)

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا کا سہ ماہی مجلہ
زکوٰۃ انڈیا
ZakatIndia
Quarterly Bulletin of Zakat Foundation of India
اکتوبر۔دسمبر ۲۰۲۲ء　شمارہ نمبر ۴۸

CHIEF EDITOR	چیف ایڈیٹر
Dr. Syed Zafar Mahmood	ڈاکٹر سید ظفر محمود
ADVISORY COUNCIL	مجلس مشاورت
Prof. Abdul Haque	پروفیسر عبدالحق
Siraj Hussain	سراج حسین
S.M. Shakil	ایس ایم شکیل
Irfan Baig	عرفان بیگ
Mumtaz Najmi	ممتاز نجمی
Mufti Dr. M.Adil Jamal	مفتی ڈاکٹر عادل جمال
Anisur Rahman	انیس الرحمن
Qayamuddin	قیام الدین
Imtiyaz Siddiqui	امتیاز صدیقی
Kamal Akhtar	کمال اختر
Shabahat Hussain	شباہت حسین
Prof. A.Q. Ansari	پروفیسر اے۔کیو۔انصاری
EDITOR	ایڈیٹر
Adeel Akhtar	عدیل اختر

Address for Correspondence
ZakatIndia
A-11, Khajoori Road, Jogabai Extension
Batla House, Jamia Nagar
New Delhi - 110025, PH. 011-26982781
E-mail : info@zakatindia.org
Website : www.zakatindia.org
Mobile : 09810140615

رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت اور دلوں کے روگ کی شفا آئی ہے اور ایمان داروں کے لئے ہدایت اور نعمت ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن نے اپنے کو انسانی دل کے علاج کے لئے ماہر کا درجہ دیا ہے جس کی مدد سے شک وشبہ، تاریکی، جہالت اور اندیشہ و تشویش کو دور کیا جاسکتا ہے۔ قرآنی پیغامات کے ذریعہ مایوسی، نازیبا تمنا اور بے اعتباری میں پھنسے ہوئے دلوں کو تسلی تشفی اور ہمت افزائی کے ذریعہ صحت مند بنایا جاسکتا ہے۔ قرآن پاک یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ کو یاد کرنے سے دلوں کو تسکین ملتی ہے اس لئے دل کا یہ حق ہے کہ انسان اللہ کو یاد کرتا رہے۔

گناہوں اور دیگر غلط کاموں سے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے جس کی وجہ سے ایسا دل صداقت کو پہچان نہیں پاتا۔ اللہ نے ہمیں یہ دعا بھی سکھائی ہے کہ اے رب جب آپ ہمیں سیدھی راہ پر ڈال چکے تو اب ہمارے دل کو بھٹکنے نہ دیجئے (۸:۳)۔ اسی لئے علامہ اقبال دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ دل مسلم کو وہ زندہ تمنا ملے جو روح کو تڑپانے کے ساتھ قلب کو گرما دے اور ظلمت کے اس دور میں ہر قلب پریشان کو محبت کا ایسا داغ عطا ہو جو چاند کو بھی شرما دے۔ جو لوگ دل کی اس اہمیت کی پاس داری نہیں کرتے ہیں ان کے لئے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ دل میں اگر سوز نہیں ہے تو قرآن پاک کی اہمیت کا احساس بھی ٹھیک سے نہیں ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے دل میں ڈوب کر زندگی کا سراغ پا جائے۔ وہ اگر اپنے دل میں خالق کو نہیں بھی پہچان پا رہا ہے تو اس طرح کم از کم کائنات میں اپنے مقام اور اپنی استطاعت کو تو جان ہی لے گا۔ ان کے بقول ہمیں اللہ سے ایسا دل مانگنا چاہئے جو دیکھتا بھی ہو، کیوں کہ دل کا نور آنکھ کے نور سے کہیں زیادہ تیز ہوتا ہے۔ دل کی دیکھنے کی طاقت کو علامہ نے 'نگاہ شوق' کا نام دیا ہے۔ یعنی قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کا شوق۔ یہ شوق رکھنے والا دل تو کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گا اللہ کو خوش کرنے کے لئے۔ علامہ کہتے ہیں کہ جس انسان کی بینائی میں نگاہ شوق شامل ہو جائے تو اسے اس جہاں کا کاروبار کچھ اور ہی نظر آنے لگتا ہے۔ اس کے لئے زمان ومکاں کی حدود معنی نہیں رکھتی ہیں اور وہ زندگی میں بڑا سے بڑا چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

یہاں اب تک ہم سمجھ چکے ہیں کہ دل کا تعلق عشق خدا سے ہے۔ جب کہ انسان کا دماغ مصلحت کے مطابق چلتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ عقل اگر مصلحت اندیش ہو تو اسے پختہ مانا جاتا ہے لیکن اگر عشق یعنی عشق خدا مصلحت پر منحصر ہو تو ایسے عشق کو خام مانا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے اپنی جلائی ہوئی آگ میں ڈالے جانے کا حکم دیا تو انہیں ذرا بھی تامل نہیں ہوا بلکہ وہ اس پر لبیک کہہ کر آگ میں کود پڑے۔ جب کہ عشق خدا سے ماورا عقل انسانی اسی پر غور کرتی رہی کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا۔ حالانکہ جب حکم خدا سے وہ آگ بجھ گئی اور اس کی جگہ چمن نظر آنے لگا تو ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ عشق خدا کی کیا اہمیت ہے اور اس کے مقابلے میں عقل انسانی کتنی محدود ہے۔ عقل کا واسطہ مظاہر سے ہے جب کہ عشق حقیقی سے لبریز دل باطن سے آشنا ہوتا ہے۔ عقل محفل صداقت کی شمع ضرور ہے لیکن حسن کی بزم کا دیا تو دل ہی ہوتا ہے۔ ایک کا رشتہ تو زمان ومکان سے ہوتا ہے لیکن دوسرا تو سدرۃ المنتہا کو پہچانتا ہے۔ جس کے راستے میں شورش طوفان حلال ہے اور عشرت منزل حرام۔ امریکہ کے ایک تحقیقی ادارے نے تحقیق کے بعد معلوم کیا ہے کہ دل کے اندر اپنا ایک الگ اعصابی حصہ ہوتا ہے جسے کہتے ہیں ذہانت قلب (Heart Brain) اس میں چالیس ہزار سے زائد نیورونس ہوتے ہیں جن کے ذریعے آئی ہوئی اطلاع کو دل محسوس کرتا ہے ور اس پر غور کر کے وہ فیصلہ اور ضروری کارروائی کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ دماغ کو سگنل بھیجتا ہے تا کہ وہ بھی اس کے مطابق کارروائی کرے۔ دل کے اندر جو ہارمونس پیدا ہوتے ہیں ان میں سے آکسی ٹوسن نام کا ہارمون جذبہ محبت وعشق کا حامل ہوتا ہے۔ دل اپنی خود الیکٹرومیگنیٹک فیلڈ پیدا کرتا ہے۔ جس کا خاطر خواہ اثر دماغ اور دیگر جسمانی اعضاء پر ہم آہنگی کی شکل میں پڑتا ہے۔

تو آئیے! ہم اپنے دل کو وہ درجہ دیں وہ مقام دیں جو اسے دینے کی ترغیب ہمیں ہمارا دین دیتا ہے اور اپنے دل کو اس قدر خوب سیرت بنا دیں کہ روز جزا کو اللہ ہم سے تحفے کے طور پر قبول کر لے۔

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

سید ظفر محمود

اللہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں

زکوٰۃ انڈیا

زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا کا سہ ماہی مجلہ

فرمان الٰہی

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کے سپرد کرو۔
(القرآن ۴:۵۸)

ارشاد رسالت

مال زکوٰۃ (حق کی ادائیگی میں) اول اول کرنا مقدم ہے۔ اگر مال دار سے حق کی وصولی کی
ذمہ داری تم میں سے کسی کو دی جائے تو اسے چاہئے کہ اس ذمہ داری کو قبول کرے۔
(بخاری، مسلم، ابو داؤد، صحاح)

جلد نمبر ۱۳ | اکتوبر۔دسمبر ۲۰۲۲ء | شمارہ نمبر ۴۸

زندگی جہد است و استحقاق نیست

میم کا یوم تاسیس ۲۲ دسمبر ۲۰۲۲

ڈاکٹر سید ظفر محمود صاحب کا کلیدی خطاب

موومنٹ فار ایجوکیشن اینڈ ایمپاورمنٹ آف ماسس ("میم") نامی تنظیم کی طرف سے ۲۲ دسمبر ۲۰۲۲ کو جشن یوم تاسیس کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر زیڈ ایف آئی صدر ڈاکٹر سید ظفر محمود صاحب کو کلیدی خطاب کے لئے مدعو کیا گیا۔ ڈاکٹر سید ظفر محمود صاحب نے اس خطاب کا آغاز اللہ کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام سے کرتے ہوئے سب سے پہلے موومنٹ فار ایجوکیشن اینڈ ایمپاورمنٹ آف ماسس کے ذمہ داران اور پروگرام کے منتظمین جناب سید فرمان علی، جناب محسن علوی ایڈوکیٹ، جناب ذاکر و دیگر کا شکریہ ادا کیا۔ ایم ای ایم ("میم") کے یوم تاسیس کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے زیڈ ایف آئی صدر نے یہ شعر ان کی نذر کیا:

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے زیڈ ایف صدر نے سب سے پہلی بات یہ کی کہ زندگی جدوجہد کا نام ہے، یہ جدوجہد سے حاصل ہوتی ہے، زندگی کوئی حق نہیں ہے جو آپ کو از خود مل جاتا ہو۔ یہ دراصل

علامہ اقبال کے ایک فارسی مصرعے کی تعبیر ہے جسے ظفر محمود صاحب نے یہاں پیش بھی کیا: "زندگی جہد است و استحقاق نیست"۔ اس کے بعد انھوں نے فرمایا کہ ہم سب کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ملت مجموعی طور پر معذور اور مفلس نہیں ہے بلکہ اپنے آپ میں خود کفیل ہے۔ انھوں نے طبیعاتی سائنس کی ایک دریافت حقیقت "ریفریکشن" (انعطاف) کی مثال پیش کی کہ روشنی کی کرن یا لہر ایک میڈیم سے دوسرے میڈیم میں داخل ہوتی ہے تو اس میں ایک خم (تیڑھا پن) دکھائی دیتا ہے۔ اس مثال کے حوالے سے انھوں نے کہا کہ ہم آزادی کے ۷۵ ویں سال میں ہیں اور ملک کے تمام لوگ اسے آزادی کے امرت مہوتسو کے طور پر مناتے ہوئے خوشی اور فخر محسوس کر رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان پچھتر سالوں میں ملک نے بہت ترقی کی ہے اور شہریوں کی زندگی میں بہت بدلاؤ اور ارتقاء ہوا ہے۔ تاہم ترقی کی دھن بجانے والی گاڑی "بینڈ ویگن" چلتے چلتے کچھ ریفریکشن ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اخلاقیات (Ethical Behaviour) کے میڈیم سے گروہ بندی کے رویے (Parochial Behaviour) کے میڈیم میں داخل ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یعنی تنگ نظری کی وجہ سے ملک کی مجموعی ترقی میں خامیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ .... بقیہ صفحہ ۳ پر

زکوٰۃ کے عالم گیر اور ادارہ جاتی نظم پر عرب تھاٹ فورم کی گول میز کانفرنس میں زیڈ ایف آئی صدر کا خطاب

عرب دانشوروں کی تنظیم عرب تھاٹ فورم نے عمان میں زکوٰۃ کی عالم گیریت اور زکوٰۃ کی وصولیابی و تقسیم کے لئے ایک بین الاقوامی تنظیم بنانے کی ضرورت پر ایک بین الاقوامی مذاکرے کا اہتمام کیا۔ اس مذاکرے میں زیڈ ایف آئی صدر ڈاکٹر سید ظفر محمود صاحب نے بھی شرکت کی اور اپنے افکار و خیالات کو پیش کیا۔ ڈاکٹر ظفر محمود صاحب کی گفتگو کو حاضرین نے بہت دل چسپی اور توجہ سے سنا اور اس پر اپنے اچھے تاثرات کا اظہار کیا۔ مذاکرے کی صدارت کر رہے پرنس الحسن بن طلال نے بطور خاص ظفر محمود صاحب کا نام لے کر ان کے پیش کردہ خیالات کی تائید و تحسین کی۔

ہمدرد یونیورسٹی میں ویلیو ایجوکیشن پر سیمنار زیڈ ایف آئی صدر کی شرکت

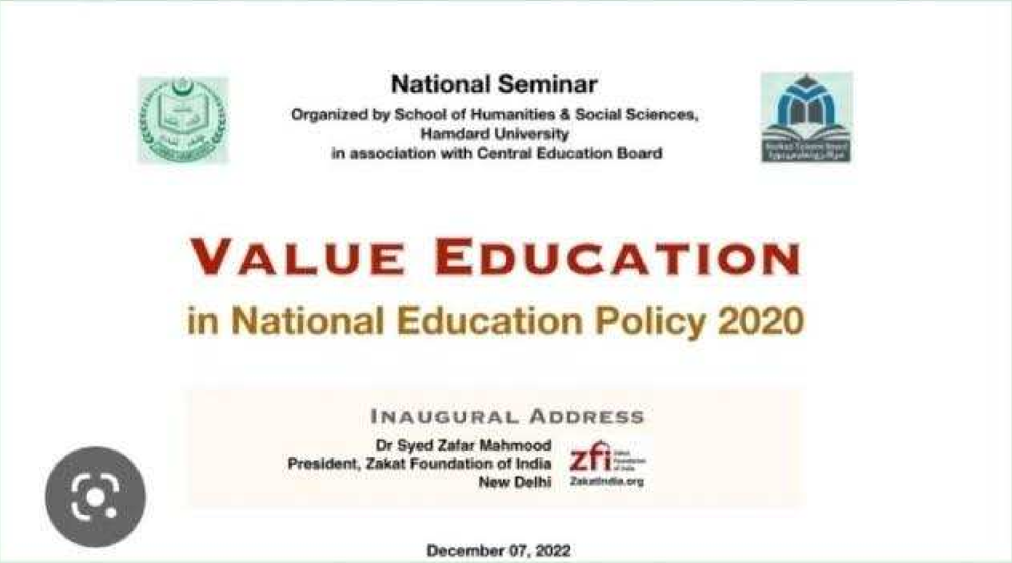

دہلی کی ہمدرد یونیورسٹی نے مرکزی تعلیمی بورڈ کے اشتراک سے قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ کے تناظر میں ویلیو ایجوکیشن (تعلیمی اقدار) کے موضوع پر ۷ دسمبر ۲۰۲۲ کو ایک سیمنار منعقد کیا۔ اس سیمنار میں زیڈ ایف آئی صدر نے مہمان خصوصی کے طور پر قومی تعلیمی پالیسی کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے اہم نکات پر روشنی ڈالی۔ زیڈ ایف آئی صدر نے پاور پوائنٹ پریزینٹیشن دیتے ہوئے کہا کہ قومی تعلیمی پالیسی ملک کے تمام لوگوں کے درمیان خیر سگالی اور بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دینے کے نظریے پر وضع کی جاتی ہے۔ اسی لئے کئی رنگوں والی گول پٹی کو اس کا لوگو بنایا گیا ہے جو سماج کے مختلف و متفرق طبقوں کے درمیان مساوات کا پیغام دیتا ہے۔ جناب ظفر محمود صاحب نے کہا کہ تعلیمی پالیسی تیار کرنے کا عمل ایک ڈائنامک پروسس ہے۔ چنانچہ اس عمل کو بہترین طریقے پر انجام دینے کے لئے ہمیں اپنی تعلیمی پالیسی کا موازنہ دیگر ہم پلہ ملکوں کی تعلیمی پالیسی سے کرنا چاہئے اور حسب ضرورت اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔
زیڈ ایف آئی صدر نے آگے کہا کہ ملک کی تعلیمی

The word *Sirat* means path and *Al-Mustaqeem* means straight up rising towards Allah, improving my view, looking for role models in the past, and seeking help to get me reach till the end. So when I say *Ihdinas siratal mustaqeem*, I say O Allah, my Creator! Guide me to straight path and remain with me all through. The common human intelligence surely provides self-guidance. But the role of prophets, who undergo internal experience, helps to develop belief. Although the concept of reward or punishment of virtue or evil basically appeals to human reason as we discussed earlier, their details are conveyed by the prophets/ messengers emanating through *Wahi* - revelation which comes to them. One source is the human conscience. The basic human inclination towards virtue is naturally inbuilt. That is why the Prophet peace be upon him said: Ask your heart about the validity of your actions in the background of the collective conscience of society.

In addition to such *hidayat-e-nazari* as we discussed earlier, there is another aspect that is *hidayat-e-amali*. That is needed because for public policy, people need the divine guidance. Justice and equality are natural urges. But a little human error causing a little imbalance has its negative consequences. We know about capitalism, communism, totalitarianism etc. The capitalist cannot think deeply about the labourer's requirements and vice versa. Like this, a ruler cannot think extensively about the requirements of the ruled and vice versa. Similarly, a man cannot think fully about a woman's requirements and vice versa. Hence, logically, it is clear that man needs external overarching guidance. That is why we say *ihdnas siratal mustaqeem* - O Allah guide us to the straight path. We know that a little deviation leads to much divergence later on. So, we pray to our Creator to indicate the correct straight path, to create intention and capacity to adopt this path, to make it for us easy, and make us reach the target (Falah).

In the second half, the principal clause is *Iyaaka nas taeen* - we seek your help O Almighty. At the beginning, we discussed the concept of *Al-aalamin*. This concept has some further details also. Three categories of people fall under the concept of *Al-aalamin*. These are *anamta alaihim* - the blessed, *ghairil maghdoobi alaihim* and Azzalleen.

Anamta alaihim includes further four categories: *Annabiyyeen* - The prophets, 2. *Assiddiqeen* - the truthful, it means loyal to God's cause and truthful in whatever they do and say , 3. *Asshuhadaa* - The witnesses - those who see the hidden truths and testify there with their lives, 4. *Assualiheen* - The righteous ones who are righteous in all their deeds and sayings, and dedicated to setting everything right.

After *Anamta alaihim* there is another category of *Ghairil maghdoobe alaihim*- maghzoob means the people who earned divine anger. And the third major category of people is *Azzalleen*. It means the people who go astray (well intentioned or ill intentioned). So *ghairll maghzoobe alaihim walazzalleen* means 'Not of those who earn Your anger nor of those who go astray, on the wrong path.

Ladies and gentlemen! Surah Al-Fatiha is a combination of knowledge and action. In the context of *anamta alaihim*, we get to realize that if the knowledge that our Creator has given us through our Prophet (peace be upon him) is leading us to acton, then we are only on the straight path. And *maghzoobe alaihim* tells me that I have knowledge but I have no action, so I form that category for myself *ghairil magzoobe alaihim*. And, if my action is not based on the knowledge that I have received from my creator Allah subhanahu wa tala then I am from that category, *Azzalleen*. This category of *Azzallleen* comprises the third segment of humanity. And people of this segment are the persons of perverted nature. And for this third category, Qur'an is *itmam-e-hujjat* - conclusion of argument or even ultimatum.

Let us conclude : Surah Al-Fatiha is a powerful initial divine instrument using which we repeatedly connect to our creator Allah. We begin by praising Him, as that is the only way of thanking Him for creating humanity. Then we invoke His attributes of kindness and mercy. Followed by the expression of our realization that the deeds done by us on planet earth will be appraised and evaluated on the Day of Judgment of which He is the Master. We declare and dedicate ourselves as His servants. And, we seek His guidance and help to get to know the straight path of those whom He has blessed, and save us from the path of those who earn His anger and go astray.

اعلیٰ اقدار کے فروغ میں دل کا رول

اس مضمون میں ہم جسم انسانی کے اس اہم ترین عضو کے بارے میں بات کریں گے جسے دل یا قلب کہا جاتا ہے۔ ہماری فکر کا موضوع یہ ہے کہ اس دل کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ یعنی یہ کہ اللہ کی مرضی کے حساب سے ہمارے دل کا حال اور کیفیت کیا ہونا چاہئے؟

قلب انسانی کے عجائب کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ انسان اپنی جس امتیازی خصوصیت کی وجہ سے دیگر مخلوقات پر فوقیت رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی صلاحیت اور اللہ کے بارے میں علم رکھنے کی استعداد ہے۔ اللہ کے بارے میں اگرچہ انسان کا علم بہت ہی محدود ہے لیکن جو کچھ بھی علم انسان کو اللہ کے بارے میں حاصل ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے وہ اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز اور بلند بناتا ہے کیوں کہ دیگر مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ادراک نہیں کرسکتیں۔ انسان کے احاطہ علم میں اس کا حسن وجمال، اس کی شان جلال، تکمیل وجود، اور آخرت میں اہتمام بہم رسائی وغیرہ شامل ہیں۔ انسان یہ علوم صرف اپنے دل کے ذریعے حاصل کرتا ہے، حصول علم کے اس عمل میں اس کے جسم کے کسی دوسرے عضو کا کوئی کردار نہیں ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ دل ہی ہے جو اللہ کو پہچان سکتا ہے، اس کے لئے کام کرتا ہے، اس کی خوش نودی کے لئے جدوجہد کرتا ہے، اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور صفات الٰہی کے انکشاف کا سرچشمہ بنتا ہے۔ اس کے برخلاف جسم انسانی کے دیگر تمام اعضاء دل کے ہی پیروکار اور آلہ کار بن کر رہتے ہیں۔ کیوں کہ صرف دل کو ہی اللہ تعالیٰ شرف باریابی عطا کرتے ہیں۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ وہ بجز اللہ کے باقی ہر شئے کی موجودگی سے پاک و صاف ہو۔ دل جب غیر اللہ کے ساتھ منسلک ہوتا

ہے تو اس کے اور اللہ کے درمیان پردہ پڑ جاتا ہے۔

اگر انسان اپنے قلب کو سمجھ لے تو وہ خود کو جان لیتا ہے۔ اور جب انسان خود سے آشنا ہوجاتا ہے تو پھر پروردگار کی معرفت کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ لہذا دل کی خصوصیات اور اس کے امتیازی اوصاف ہی ایمان کی جڑ اور بنیاد ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں قیامت کے دن کے لئے کہا گیا ہے: **یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم (۲۶:۸۸تا۸۹)** ''جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، ہاں مگر جو قلب سلیم لے کر آئے''۔

آیئے انسان کے جسم میں دل کی خصوصیات کو مزید سمجھنے کی کوشش کریں۔ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، یعنی انسان کے اعمال میں اس کی نیت کی اہمیت ہے، انسان کو اس کے اعمال کا صلہ اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ (مسلم)۔ علماء کا کہنا ہے کہ نیت کا مقام دل ہے، اگر دل کی نیت ثابت و سالم ہے تو ضمنی عمل اللہ کو پسند آئے گا، لیکن اگر دل میں کجی یا منافقت ہوگی تو اللہ تعالیٰ عمل کو مسترد کردیں گے۔ بندے کی نیت کا امتحان اس کے دل میں ہی ہوتا ہے۔ مسلم شریف کی حدیث (264) کے مطابق اللہ تعالیٰ انسان کی شکل وصورت نہیں بلکہ اس کی نیت اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ احکامات الٰہی کی تفہیم کا مرکز بھی دل ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ ۴۷، آیت ۲۴ میں فرماتے ہیں'' کیا لوگ قرآن میں غور نہیں کریں گے، کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟''

حرص ولالچ سے انسان کے دل کی شفافیت اور سوجھ بوجھ کی صلاحیت میں کمی آجاتی ہے۔ اموی خلافت کے زمانے کے عالم مشہور تابعی سفیان بن سعید ثوری کہتے تھے کہ مجھے قرآن کریم سمجھنے کی استطاعت عطا ہوئی لیکن میں نے جب سلطان کا تحفہ قبول کرلیا تو میں اس سے محروم ہوگیا۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کرکے تین بار فرمایا تھا کہ تقویٰ یہاں ہی ہوتا ہے (مسلم)۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے بہتر انسان کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ جس کا دل صاف ہو اور زبان صادق ہو۔ لوگوں نے کہا صادق یا سچی زبان تو ہم سمجھتے ہیں لیکن صاف دل کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: جو خالص ہو اور گناہ، کینہ اور حسد سے پاک ہو (ابن ماجہ)۔ آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ دین کے لئے ہمیں محبت عطا کیجئے اور اس کو خوبصورتی سے ہمارے دلوں میں سجادیجئے (سنن ابن ماجہ)۔

قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ اے لوگو! تمھارے

بقیہ صفحہ ۱ سے آگے.....

یہ صورت حال صرف ملکی سطح پر ہی نہیں ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی تقریباً ایسے ہی حالات ہیں۔ فلسطین، یمن اور میانمار میں لوگ محصور ہیں اور محاصرہ کے اندر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

اس پس منظر میں ہمیں دو متوازی (ہم پلہ) کاوشیں کرنی ہیں۔ ایک دائرہ ہماری ذاتی زندگی کا ہے، جو ہمارے لئے بہت اہم ہے اور ہماری اولین توجہ اسی پر مرکوز ہوتی ہے۔ دوسرا دائرہ ہماری سماجی زندگی اور سماجی ذمہ داریوں کا ہے۔ اپنی ذمہ داری کے اس دوسرے پہلو پر بھی ہمیں توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اس کی فکر کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کے پیغام کا ایک اہم ترین نکتہ "قل العفو" ہے۔ اس اہم نکتہ کی طرف ان کی توجہ علامہ اقبال کے ایک شعر کی بدولت ہوئی۔

جو حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

انھوں نے جب یہ شعر پڑھا اور اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی تو ان کی توجہ قرآن کی اس آیت کی طرف ہوئی: یسئلونك ماذا ینفقون قل العفو: "یہ آپ سے (اے نبی) پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں، کہہ دیجئے کہ جو بچ رہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے آدمی کے پاس جو کچھ بھی مال و دولت ہے اس میں سے اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کی ضروریات پر خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچا رہتا ہے اسے دوسرے لوگوں پر خرچ کرنا ہے، وہ دوسرے لوگ جن کو اس کی ضرورت ہو، جو اپنی زندگی کے بنیادی خرچے پورے کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ان میں پہلے اپنے رشتے دار اور قریب کے لوگ آتے ہیں اور پھر دوسرے ضرورت مند۔ ہم لوگ عام طور سے اس خیال میں ہیں کہ صدقہ و خیرات کرنا یا نہ کرنا ہمارے اپنے اوپر ہے، یا کتنا صدقہ کرنا ہے؟ اس کے لئے بھی ہم آزاد ہیں۔ لیکن قرآن کی یہ آیت اس خیال کی نفی کرتی ہے۔ یہ تو مومنوں پر یہ واجب کرتی ہے کہ جو کچھ تم بچا کر رکھتے ہو وہ دوسروں کا ہے، دوسروں پر اسے خرچ

کرتے رہنا تمھارے لئے لازم ہے۔

اس آیت کی روشنی میں جب ہم اپنی زندگی کے دونوں پہلوؤں پر غور کرتے ہیں یعنی اپنی ذاتی اور اپنے کنبے کی زندگی اور دوسرا اپنی سماجی زندگی کا پہلو تو ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہماری ذاتی زندگی اور ہمارے کنبے کی زندگی ہمارے لئے بے شک بہت اہم ہے، یہ ہماری ذمہ داریوں کا اولین دائرہ ہے۔ ہمیں اپنے گھر کی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے خوب محنت کرنی ہے، خوب وقت دینا ہے اور اسے خوب اچھا بنانا ہے، لیکن اسی طرح کی توجہ اور فکر ہمیں اپنے کنبے سے باہر کے لئے بھی کرنی ہے۔ ہمیں قل العفو پر عمل کرنا ہے۔ اس پس منظر میں انھوں نے ایک فارمولا وضع کیا ہے اور اسے "ٹرایل ۳۳" کا نام دیا ہے۔ ٹرایل ۳۳ کا مطلب کچھ اس طرح ہے:

T for Time:
R for Resources
A for Assets
I for Income
L for Love

ہمارا وقت، ہمارے وسائل، ہمارے اثاثے، ہماری آمدنی اور ہمارا جذبہ محبت، یہ سب کچھ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشا گیا ہے، یہ رزق ہے جو ہمیں دیا گیا ہے۔ ہمیں ان ساری چیزوں میں سے دوسروں کے لئے صرف کرنا ہے۔ اور ان کا نظریہ ہے کہ ان کا ایک تہائی حصہ یعنی ۳۳ فیصد ہم دوسروں پر خرچ کریں۔ اس لئے اس کا نام ٹرایل ۳۳ رکھا ہے۔

زیڈ ایف آئی صدر نے اپنے خطاب میں آگے کہا کہ ہمیں اپنا نظریہ اور رویہ دور بینی (ٹیلی اسکوپک) بنانا چاہئے۔ یعنی ہم دور تک دیکھنے کے عادی بنیں اور اپنی زندگی کے معاملات دور اندیشی کے ساتھ انجام دیں۔ آج ہم ۲۰۲۲ میں ہیں تو ہماری توجہ ۲۱۲۲، ۲۲۲۲، ۲۳۲۲، ۲۵۲۲ کی امکانی صورت حال پر بھی ہونی چاہئے اور اسی کے حساب سے منصوبہ بندی کرنا چاہئے اور اپنی نجی، خاندانی، سماجی، ملی اور قومی زندگی کو آگے بڑھانا چاہئے۔ ہماری آنے والی نسلوں کے حالات کیسے ہوں گے یہ اس پر منحصر ہے کہ ہم آج کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں کرتے ہیں۔ ہمیں آنے والی نسلوں کی فکر کرنی ہے۔ ہم اپنی نئی نسلوں کا استقبال ایک دیدہ اور معلوم دنیا میں کررہے ہیں، لیکن بڑے مشکل اور پیچیدہ حالات سے دوچار دنیا میں۔ تاہم ہمارے لئے اطمینان اور خوش امیدی کا پہلو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ نے طرح طرح کی صلاحیتوں اور استعداد سے نوازا ہے، ہم سب کے پاس کچھ نہ کچھ ہے جو بہت قیمتی ہے جسے ہم استعمال کرکے اور منتقل کرکے آنے والی نسلوں کو سونپ سکتے ہیں، اور موجودہ آنے والی نسلوں کے ان کمزور لوگوں کو اوپر اٹھانے کے لئے اپنے وسائل کو استعمال

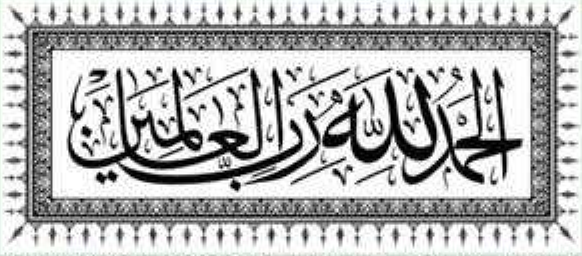

Alhamdulillah is th principal clause with four subsequent subordinate clauses. These subordinate clauses are *Rabbil Alameen, Al Rhaman, Ar Raheem*, and *Maliki yaumid deen*. Here we also need to note that the three letters HMD constitute the root of the names of the Prophet peace be upon him. So, I find the bliss. The basic letters of Hamd connect me to Allah and the Prophet pbuh. Like a piece of iron, the human heart may also get rusted. So the heart needs to be polished. And, how to go about it? The methodology for that is two fold: one, I must keep on remembering my own forthcoming death, and secondly, I should remember all the time my Creator Allah. And for that purpose, the phrase *Al-Hamdulillah* is a huge asset for the human beings.

After praising the Creator with the words *Alhamdulillahi Rabbil Alameen* and invoking His mercy by saying *Ar-Rahmanir Raheem*, and preparing myself for the day of judgment by saying *Maliki Yaumid Deen*, we say *Iyyaka Na-abudu* means we worship you only. Let us remind that this is the most intense form of thanks-giving. Now we should give attention to the root letters of *Rabb* R and twice B, and the meanings of these words. Rabb is owner of the entire cosmos, Rabb is the sustainer, Rabb is the giver, Rabb ensures a safe existence, Rabb is Almighty and has full authority. Allah's description as Rabb creates a relationship with us creatures. He is *Rabb* and we are *Abd* - slaves. When we say *Iyyaka Na'budu*, we declare our oath that we worship only Allah, and after that, when we say *ihdinas siratal mustaqeem*, we seek guidance from Him. We worship Him only and we seek His help.

Now, in *Rabbil Aalameen*, the latter word denotes a multiplicity of worlds. It indicates nations, civilizations and generations. It also indicates that all groups are equal. In addition to nations, civilizations and generations, *Al-Aalameen* indicates plants, animals, humanity, angels, Jinns, and all creatures in this world. While saying *Ar-Raman Ar Raheem*, we should learn that both the Arabic words have the same root letters, which are RHM and it means intense love, mercy, care. We know that *Rahman* indicates extreme and immediate, while *Raheem* indicates permanent. *Rahman* has mostly its reference for this world while *Raheem* is a reference for the next life. *Rahman* accommodates intensity and repetitiveness, *Rahim* ensures durability. *Rahman* focuses ceation, *Raheem* covers sustenance.

After *Rahmanir Raheem*, we say *Maliki Yaumid Deen*, which means Allah is the master of the day of judgment and we remind ourselves the concept of reward and punishment of virtue/evil, that appeals to reason. Human actions will not be inconsequential. That is why we remember our creator and sustainer who is also the master of the day of Judgment. So we need to behave in accordance with the divine injections.

After the first three ayaat we say *iyyaka na'budu* - we give ourselves to You our Lord in slavery. This phrase, *iyyaka na'budu*, clearly includes the concept that we worship You only and we will keep on doing so. In my view, the promise of worshiping only You O Allah presumes going against everything else including my personal desires. After *iyyaka na'budu* we say *wa iyyaka nastaeen* - we seek only Your help O Allah. The word *nastaeen* is a derivative of the concept of *Ista'aana*. It means you have done your best and then seek Allah's help. Like the angels who came to help in the Battle of Badr after all worldly capacities had been exhausted. Similarly, Hazrat Ibrahim Alaihis Salam had to leap into the fire, then help came. That is the concept of *Ista'aana*: O m y Lord I will do with my capacity which you have given to me. I'll do my best. While I have done my best, then I pray to seek Your help. Another important lesson we learn from this is that we should do our best and should utilize our capacity which has been given to us by our creator. But we should never be under the impression that whatever we have done is sufficient. I must seek my Creator Allah's help and should firmly believe that my doing, utilizing my capacity is not sufficient. It has to be suplimented by the divine help.

Now here is another important concept, that is *Ihdina*. It means we seek your guidance. It is a collective prayer. The linguistic character of the word used here includes that I am not praying for guidance individually, but we are praying in a group. Like this we have to keep on seeking Allah's guidance again and again.

that evening with a boy who had come from Lucknow. The marriage did take place with utmost simplicity, immensely succeeded and flourished. In 2023, this may apparently seem over simplification, and to some, even humorous. Yet it does provide food for serious thought for us today. We have to do our bit to dress-down the widespread commercialization of the so called marriage ceremonies. We can begin from encouraging Nikah to be necessary performed in a Masjid. The Imams and Khateebs need to call for this during friday sermon. The extra money either family is willing to spend on the occasion of the marriage should be diverted by way of charity to uplift the deprived section of society. Let us be mindful of the divine warning *"Whoever denies the faith-his work becomes worthless, and he, in the Hereafter, will be among the losers"* (Qur'an:5:5). In this regard, the Corona pandemic appears to be a blessing in disguise. It provided an ideal setting to undergo the required internal metamorphosis. During 2020 and 2021, the world has surely slowed down and at times even stopped. But the process of aging goes on uninterruptedly even in the youth. It would be sinful on my part to postpone my daughter's or son's marriage so that, at a later date when the economy fully reopens, I would perform this ceremony with pomp and show. In the process, in addition to unethically promoting conspicuous consumption, I am also unnecessarily prolonging the life affairs of a generation.

Friends! Declaring this as one of His signs, Allah said in 30:21 in Holy Quran: *"Allah has created mates for you from your own kind so that you may find peace in them and He has set between you love and mercy."* Let us, therefore, jointly push back self-seeking profit oriented trend that tries to overrun this cosmic sublime scheme of nurturing a happy society. May our Creator keep all of us blessed. Aameen.

● ● ●

پالیسی یہ کہتی ہے کہ کمزور طبقوں کو پیشہ ورانہ تربیت حاصل کرنے میں مدد دی جائے گی۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ اقلیتی تعلیمی اداروں میں رہائشی کوچنگ اکیڈمیوں کو یو جی سی کی طرف سے جو گرانٹ ملتی رہی ہے اسے بحال کیا جائے اور اسے بڑھایا جائے۔ اسی طرح علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور دیگر اقلیتی تعلیمی اداروں کے اقلیتی کردار کو تسلیم کیا جائے اور ان کی پذیرائی کی جائے۔ نئی تعلیمی پالیسی میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ پالی، پراکرت اور فارسی زبانوں کو فروغ دینے کے لئے ادارے قائم کئے جائیں گے۔ اس فہرست میں ان تمام زبانوں کو شامل کرنے پر زور دیا جائے جو دستور کے آٹھویں شیڈیول میں درج ہیں اور اقوام متحدہ کی آفیشیل لینگویجز کی لسٹ میں شامل ہیں۔ نئی تعلیمی پالیسی میں ایک ہی کامپلکس میں ایک سے زائد اسکول قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے تاکہ چھوٹے اسکولوں کو بڑے اسکولوں کی موجودگی سے فائدہ ہو۔ لیکن اس میں یہ شق لگائی گئی ہے کہ یہ اسکول ایک دوسرے کا انفرااسٹرکچر استعمال نہیں کرسکیں گے۔ حالانکہ اس بندوبست کا فائدہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب یہ اسکول ایک دوسرے کی سہولیات سے استفادہ کرسکیں، خاص طور سے چھوٹے اسکول بڑے اسکولوں کے انفراسٹرکچر کو استعمال کرسکیں۔ اس لئے اس شق کو کالعدم کرنے کی ضرورت ہے۔ نئی تعلیمی پالیسی میں جن ہندوستانی اور بیرونی زبانوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اردو، کشمیری اور عربی زبان شامل نہیں ہے۔ حالانکہ کشمیری کشمیریوں کی بول چال کی زبان ہے۔ اس کا رسم الخط اردو ہے۔ ۵ اگست ۲۰۱۹ تک اردو کشمیر کی سرکاری زبان تھی۔ اس کا احیا کیا جانا ضروری ہے۔

۲ فروری ۲۰۲۳ کو منعقدہ زیڈ ایف آئی یو پی ایس سی سول سروسز انٹرویو ریہرسل

Rescheduled to Feb 14, 2023

ZFI's 56th Orientation PROGRAM
FOR UPSC
Civil Services
& other competitive exams

@Archbishop's HOUSE
New Delhi
Tuesday February
14
9.30 am